© rasailojaraid.com

حالات و مقامات

بابری مسجد سے جموں کی مسجد تک

جناب عبد الهادی احمد صاحب

(۱)

گاندھی کے دیس بھارت میں سیکولرزم کی بنیادیں ہل رہی ہیں۔ بھارتی آئین کے چہرے سے ملمع اتر گیا ہے۔ نام نہاد مذہبی رواداری کی آڑ میں مسلمانوں کی جان و آبرو پر حملے کرنے والے اب ایسے دیدہ دلیر ہو گئے ہیں کہ علی الاعلان ان کے ایمان و اعتقاد کے خلاف صف آرا ہو رہے ہیں۔ گزشتہ ۳۹ برسوں میں اہنسا کے پجاریوں نے مسلمانانِ ہند کے لہو سے کتنی مرتبہ ہاتھ رنگے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق کل فرقہ وارانہ فسادات کی تعداد بیس ہزار سے متجاوز ہے۔ اس تعداد میں آتش زنی اور لوٹ مار کے چھوٹے موٹے واقعات شامل نہیں ہیں۔ ان فسادات میں لاکھوں مسلمان شہید ہوئے، لاکھوں بچے یتیم ہوئے اور اربوں ڈالر کی املاک لوٹ لی گئیں یا جلا دی گئیں۔

سیکولرزم کے علم برداروں نے اب مسلمانوں کے ایمان و عقیدے پر ہاتھ صاف کرنے کی سوچی ہے۔ گزشتہ برس کے دو واقعات نے نئی طرزِ فکر کی نشاندہی کر دی تھی۔ پہلے ہندوؤں کے ایک دریدہ دہن گروہ نے اعلیٰ عدالت سے مطالبہ کیا کہ قرآن پاک پر پابندی عائد کر دی جائے۔ کیونکہ یہ کتاب (نعوذ باللہ) تشدد کی تعلیم دیتی ہے۔ اس کے بعد اس ملک کی اعلیٰ ترین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"عدالت" نے شاہ بانو کیس میں اسلامی قانون کا مضحکہ اڑانے اور قرآنی احکام کی نفی کرنے کی کوشش کی۔ مسلمان عورت کے مقدمے کا خلافِ اسلام فیصلہ کرنے کا جواز یہ بتایا گیا کہ قرآن کی جو تعبیر مسلمان کرتے ہیں وہ درست نہیں۔ لہٰذا انہیں (ہندو ججوں) حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بصیرت کے مطابق قرآن کی تشریح کریں۔

ان دو واقعات کے بعد سالِ نو کا آغاز ایک مسجد کو مندر بنانے کے عدالتی فیصلے سے ہوا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم راجیو گاندھی کے آبائی صوبے یوپی کے ضلع فیض آباد کے بڑے جج نے فیصلہ دیا کہ ۴۵۸ برس پرانی "بابری مسجد" رام جنم بھومی (رام بھگوان کی جائے پیدائش) ہے آئندہ یہاں خدائے واحد کے پرستاروں کو سجدہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ ہزاروں مورتیوں اور پتھروں کو پوجنے والے ہی یہاں آسکیں گے۔ متعصب ہندو جج کا فیصلہ انصاف و قانون کے تمام اصولوں کے خلاف ہے۔ اس میں تاریخی شہادتوں کو جھٹلایا گیا۔ مسجد کے ٹرسٹیوں کے دلائل سننے سے انکار کرتے ہوئے ایک مکار ہندو وکیل رمیش پانڈے کے کذب و افترا کے پلندوں کو یکطرفہ طور پر سچ تسلیم کر لیا گیا۔ ہٹ دھرمی کی انتہا تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ہائی کورٹ میں دائر کردہ چار رٹ درخواستوں کے فیصلے کا انتظار بھی نہ کیا گیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کیا گیا، انتظامیہ نے ہندوؤں کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لئے "جشنِ فتح" منائیں۔ چنانچہ ۵ فروری کو اکثریتی فرقے نے گھی کے چراغ جلائے، سنہرے پرچم لہرائے اور ان کے اجتماعات میں اسلام کے شعائر کا کھلا مذاق اڑایا گیا۔

بابری مسجد کو مندر قرار دینے کا فیصلہ ہی اتنا اشتعال انگیز تھا اس پر فتح کے جشن نے تو مسلمانوں کے دل چھید ڈالے اور وہ لہو کے آنسو روئے، مگر سیکولر حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ اس موقعے پر ریڈیو اور ٹیلیویژن نے تو تعصب اور جانبداری کی حد ہی کر دی۔ اُدھر ہندو تنظیموں نے اعلان کیا کہ ۵ فروری کو جشنِ مسرت و فتح منایا جائے اِدھر ریڈیو اور دُور درشن کے ہندی اور انگریزی خبرناموں میں یہ مژدۂ جاں فزا سنایا جانے لگا کہ "رام جنم بھومی" کے تالے کھلتے ہی رام کے بھگتوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے۔ قرب و جوار کے علاقوں میں میلے کا سماں ہے اور وہ ۵ فروری کے جشن میں حصہ لینے اجودھیا پہنچ رہے ہیں۔ ٹی وی کی سکرین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مسجد کے ایک حصے میں پوجا پاٹھ کرتے ہوئے نیم عریاں پجاری دکھائے گئے۔ کیمرے کو پجاریوں اور مورتیوں پر مرکوز رکھا گیا تاکہ لوگ مسجد کے محراب و منبر اور دوسرے نشانات نہ دیکھ سکیں۔ کیمرہ اگر ذرا بھی دائیں بائیں بہک جاتا تو ناظرین فارسی میں لکھی وہ عبارت ضرور پڑھ لیتے جو اس مسجد کی ناقابلِ تنسیخ تاریخ کی شہادت ہے۔ دیوار پر واضح طور پر کندہ ہے۔

"شہنشاہ بابر کے حکم سے کہ جس کا انصاف آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے، یہ مسجد امیرِ خوش بخت، میر باقی نے سعید روحوں کے لیے تعمیر کی۔ خدا اس کارِ خیر کو ابدالآباد تک باقی اور قائم رکھے کہ یہی نیکی لازوال ہے۔" (ترجمہ)

بھارتی آئین کی دفعات ۱۴، ۱۵، اور ۱۶ میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ اس ملک کے باشندوں کے درمیان مذہب، نسل اور رنگ و لسان کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہ کیا جائے گا، مگر ۱۴ اور ۱۵ فروری کو بھارتی ریڈیو اور ٹیلیویژن نے آئین کے اس حصے کے پرخچے اڑا دیئے۔ بھارت کے مسلمانوں نے ۱۴ فروری کو پورے ملک میں یوم سیاہ اور یوم دعا منانے کا اعلان کیا تھا مگر ۵ فروری کے جشن فتح پر شادیانے بجانے والے ذرائع ابلاغ نے اس موقع پر دو لفظی اعلان تک کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پورے ملک میں مسلمانوں نے دکانیں بند رکھیں گاڑیاں اور رکشے نہ چلائے۔ کروڑوں مسلمان مساجد میں اجتماعی طور پر دعاؤں میں شریک ہوئے، دہلی میں دو نوجوان ذاکر اور سبحان شہید ہوئے، سیہور میں آٹھ افراد کی جانیں گئیں، سری نگر میں ایک سو افراد شدید زخمی ہوئے، لکھنؤ، دہلی، میرٹھ، بدایوں اور بجنور میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ اترپردیش کی اسمبلی میں مسلمان ممبروں نے اجلاس کا مکمل بائیکاٹ کیا[۱] بارہ بنکی، کانپور، اناؤ، گونڈہ، ردولی، فریدپور، الٰہ آباد اور گورکھپور میں ہزاروں دکانیں بطور احتجاج بند رہیں، مگر بھارتی ریڈیو اور ٹیلیویژن کے نزدیک ان سب واقعات میں کوئی خبر نہ تھی۔ کوئی واقعہ، کوئی منظر، کوئی احتجاج اور کوئی جلسہ نہ ریڈیو پر جگہ پا سکا نہ ہی ٹیلیویژن سے دکھایا جا سکا۔

[۱] صرف ایک رکن اسمبلی فضل الباری تحریک استحقاق پیش کرنے آئے سپیکر نے اجازت نہ دی تو وہ بھی واک آؤٹ کر گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پندرہ فروری کو سری نگر کے بازاروں میں پولیس نے خون کی ہولی کھیلی۔ "بابری مسجد" کے سانحے پر احتجاج کرنے والوں پر پولیس نے گولی چلائی اور محتاط اندازے کے مطابق ایک سو سے زائد افراد کو گولیوں سے زخم آئے۔ اس کے بعد سری نگر اور جموں میں کرفیو لگا اور اسی واقعے کو بہانہ بنا کر مرکز نے جی ایم شاہ کی کٹھ پتلی حکومت کو برطرف کر کے گورنر راج نافذ کیا۔

"بابری مسجد" جس کو مندر بنانے کے سانحے نے بھارت کے طول و عرض میں غم و غصے کی آگ لگا دی ہے۔ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، بابر کے عہد میں صوبۂ اودھ کے گورنر میر باقی بیگ نے تعمیر کرائی تھی۔ اجودھیا شہر میں ۹۳۵ ہجری (۱۵۲۸ عیسوی) میں تعمیر ہونے والی اس تاریخی مسجد کو چار سو برس تک کسی نے رام کی جنم بھومی نہیں کہا تھا۔ ہندوؤں کا دعویٰ تو نصف صدی پہلے کی بات ہے جب انگریزوں کے اشارے پر کچھ ہندو مہاشے مسجد پر حملہ آور ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں پہلی مرتبہ چند نیم پاگل پجاریوں نے اعلان کیا کہ بابر نے یہ مسجد مندر کو گرا کر تعمیر کرائی تھی۔ پوچھا گیا کہ کب؟ تو کہا گیا: "جب اس نے اجودھیا پر حملہ کیا تھا"۔ جب تاریخی حقائق بنا کر ثابت کیا گیا کہ بابر نے تو کبھی اجودھیا پر حملہ نہیں کیا تو ہندو محققین بغلیں جھانکنے لگے۔ اس کے باوجود ان کا مطالبہ جاری رہا اور ایک مرتبہ کچھ بدبختوں نے مسجد پر حملہ کر کے اس کا مرکزی دروازہ اور گنبد مسمار کر دیا۔ مسلمانوں کے احتجاج پر صوبائی حکومت نے مسجد کی تعمیرِ مرمت کرا دی اور اس کا انتظام سنی وقف بورڈ کے سپرد کر دیا۔ برصغیر کی آزادی کے بعد تو ہندو اور بھی دلیر ہو گئے۔ وہ مسلمانوں کو اپنا غلام سمجھ کر ہر اس چیز پر اپنا حق جتلانے لگے، جسے انگریزی دور میں ان سے چھیننے میں ناکام رہے تھے۔ چنانچہ ۲۲۔ اور ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی درمیانی شب کو انہوں نے بابری مسجد پر شب خون مارا۔ ہندو پجاریوں کا گروہ رات کی تاریکی میں مسجد کے دروازے توڑ کر اندر گھس گیا۔ ان لوگوں نے رام اور سیتا کے بت مسجد میں سجا دیئے اور مسجد کو راتوں رات "مندر" بنا ڈالا۔ انتظامیہ ان کی پشت پر تھی۔ اگلی صبح مسلمانوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ مسلمان عدالت میں گئے، تو ہندو مجسٹریٹ نے کھلی کھلی دھاندلی کی۔ "فیصلہ" یہ کیا گیا کہ مسلمان مسجد میں داخل نہ ہوں بلکہ ان پر پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ مسجد سے دو سو گز دور رہیں جبکہ ایک ہندو پجاری کو اجازت مل گئی کہ وہ رام اور سیتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مورتیوں کی جھاڑ پونچھ، سیوا اور پوجا کے لئے وہاں آسکتا ہے۔ اس "بے مثال انصاف" کے بعد سے بابری مسجد پر قفل ڈال دیئے گئے۔ یہ فیصلہ کرنے والا جج کے کے نائر تھا جس نے بعد میں اپنی دھاندلی کو تسلیم کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا۔ ہندوؤں نے اس متعصب انسان کو قومی ہیرو قرار دیا اور بے ایمانی کے "انعام" کے طور پر اسے لوک سبھا کا ممبر بنا دیا۔ بابری مسجد کو رام کی جنم بھومی قرار دینے کا واقعہ دراصل ہندو قوم کی توسیع پسندانہ ذہنیت کا غماز ہے۔ اس ذہنیت کا سراغ بنگلور سے شائع ہونے والی ایک ہندو منجم کی ان پیشین گوئیوں سے ملتا ہے جن میں یہ فقرے بھی موجود ہیں:

"اگلی صدی میں تمام دنیا ہندو ہو گی، ہندو فوجیں یورپ پر فاتح کی حیثیت سے چڑھ دوڑیں گی۔ ایک سکھ جرنیل مشرق وسطیٰ کو فتح کرے گا۔"

اس ذہنیت کا اظہار ہندو تنظیم آر ایس ایس کی شائع کردہ اس فہرست سے بھی ہوتا ہے جس کو ہٹ لسٹ کا نام دیا گیا ہے۔ اس ہٹ لسٹ میں ۲۳ مساجد کے نام دیئے گئے ہیں۔ یہ مساجد جو دہلی، متھرا، مراد آباد، جعفر آباد، للتی پور، جلور، بجنور اور بدایوں میں واقع ہیں، بابری مسجد کی طرح ہندو انہیں بھی مسمار کر کے وہاں مندر تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ مختلف مقامات پر مسلمانوں کو علی الاعلان دھمکیاں دی جاتی ہیں کہ اگر وہ اپنے بزرگوں کے گناہوں کی تلافی کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور اگر انہوں نے اپنی مساجد خود ہندوؤں کے حوالے نہ کیں تو انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔ مختلف ہندو اخبارات اور جرائد میں ایسے مضامین اور ایسے مراسلات شائع ہو رہے ہیں جو دھمکیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ گزشتہ ہفتے "ہندوستان ٹائمز" میں شائع ہونے والے ایک مقالے میں مسلمانوں کے آباؤ اجداد کی "حماقتوں" کی گوشمالی کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ اگر انہوں نے ہوش کے کان نہ لیے، تو تباہی ان کا مقدر ہو گی۔ مقالہ نگار مسلمانوں سے اور ان کے مستقبل سے بری طرح مایوس نظر آتا ہے اور اس کا ماتم یوں کرتا ہے:

"بدقسمتی سے مسلمانوں کا پاگل طبقہ اپنے آباؤ اجداد کی مذہبی حماقتوں کو بھلانے کے قابل نہیں ہوا۔"

ہندو ذہن کی عیاری اور توسیع پسندانہ عزائم کا اندازہ ایک ہندو پروفیسر امرناتھ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب "تاریخ عالم کے کچھ گمشدہ ابواب" (SOME MISSING CHAPTERS OF WORLD HISTORY) سے بھی ہوتا ہے۔ اس کتاب میں جو انکشافات کیے گئے ہیں ان کا علمی مقام تو اہلِ علم ہی متعین کریں گے لیکن ان کی تہہ میں تہذیبی برتری کا احساس اور ملک گیری کی ہوس صاف جھلکتی معلوم ہوتی ہے۔ پروفیسر امرناتھ "بھارت کی تاریخ کی تدوینِ نو" نامی ادارے کے ریسرچ فیلو ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس ادارے کے مقاصد میں ہندوستان کی تاریخ کی تنقیح و تطہیر کے علاوہ ہندو تہذیب کو دنیا کی قدیم ترین تہذیب اور ہندو تمدن کو دنیا کا برتر تمدن ثابت کرنا شامل ہے۔ یہ ادارہ بھارتی تاریخ کو اسلامی دور کی تہذیبی اور لسانی اثرات سے بھی "پاک" کرنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے پروفیسر امرناتھ نے جن "حقائق" کا سراغ لگایا ہے، ذرا ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:۔

کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ آگرے کا تاج محل ایک قدیم ہندو مندر کا کمپلکس تھا جسے شاہجہان نے غاصبانہ طور پر قبضے میں لے کر اسے اپنی ملکہ ممتاز محل کے مزار میں بدل ڈالا۔ دہلی کے لال قلعے کے بارے میں انکشاف کیا گیا ہے کہ یہ قدیم ہندو قلعہ "لال کوٹ" ہے جسے ایک ہندو راجے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے گیارہ سو برس پہلے تعمیر کرایا تھا۔ مختلف مسلمان سلاطین کے بسائے ہوئے شہروں احمد آباد، فتح پور سیکری، تغلق آباد، فیروز پور اور حیدر آباد وغیرہ کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ شہر ہندو راجوں نے تعمیر کیے تھے، بعد غاصب مسلمان بادشاہوں نے ان کے نام بدل کر ان پر غاصبانہ قبضہ کر لیا اور قدیم ہندو آثار کو مٹا ڈالا۔ پروفیسر صاحب نے ہندو تہذیب کو عالمگیر تہذیب قرار دیتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ اٹلی قدیم دور میں ایک ہندو ملک تھا اور اس دور کا پوپ ہندو پجاری تھا۔ انگلش کو سنسکرت کی ایک شاخ قرار دیا گیا ہے اور ویسٹ منسٹر ایبے (لندن کے مشہور چرچ) کو شیواجی کا قدیم مندر ٹھہرایا گیا ہے۔

پروفیسر امرناتھ کے "انکشافات" کی روشنی میں بابری مسجد کو رام جنم بھومی بنانے کا واقعہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ دوسری معروف مساجد کی ہٹ لسٹ تیار کرنے کا پروگرام بھی اس تناظر میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ جب عزائم ایسے ہوں، تو کیا بعید کل کلاں کوئی ہندو محقق

© rasailojaraid.com